قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعہ 3۔اپریل 2020ء 9 شعبان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 81

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تکلیف بھی ثواب کا موجب ہوتی ہے

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا جب آپؐ بیمار تھے اور اس وقت آپؐ بہت تیز بخار میں تھے۔ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہؐ!) آپؐ کو بڑا تیز بخار ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ یہ بخار آپ کو اس لیے اتنا تیز ہے کہ آپ کا ثواب بھی دوگنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جو مسلمان کسی بھی تکلیف میں گرفتار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر:5647)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

حضرت مسیح موعودؑ کی بروقت آمد

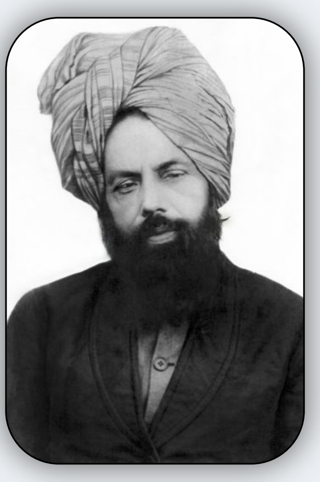

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"آج دو قسم کے شرک پیدا ہو گئے ہیں ۔جنھوں نے اسلام کو نابُود کرنے کی بے حد سعی کی۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہوتاتو قریب تھا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ دین کا نام و نشان مِٹ جاتا۔مگر چو نکہ اُس نے وعدہ کیا ہوا تھا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ(الحجر:10) یہ وعدہ حفاظت چاہتا تھا کہ جب غارت گری کا موقعہ ہو تو وہ خبر لے۔چوکیدار کاکام ہے کہ وہ نقب دینے والوں کو پو چھتے ہیں ۔اور دُوسرے جرائم والوں کو دیکھ کراپنے منصبی فرائض عمل میں لاتے ہیں۔اسی طرح پر آج چو نکہ فتن جمع ہوگئے تھے اور اسلام کے قلعہ پر ہر قسم کے مخالف ہتھیار باندھ کر حملہ کر نے کو تیار ہو گئے تھے اس لیے خدا تعالیٰ چا ہتا ہے کہ منہاج نبوّۃ قائم کرے۔یہ مواد اسلام کی مخالفت کے دراصل ایک عرصہ دراز سے پک رہے تھے ۔اور آخر اب پھُوٹ نکلے۔جیسے ابتدا میں نُطفہ ہوتا ہے اور پھر ایک عرصہ مقررہ کے بعد بچہ" بن کر نکلتا ہے۔ اسی طرح پر اسلام کی مخالفت کے بچہ کا خُروج ہو چکا ہے اور اب وہ بالغ ہو کر پورے جوش اورقوّت میں ہے ۔اس لیے اس کو تباہ کر نے کے لیے خدا تعالیٰ نے آسمان سے ایک حربہ نازل کیا ۔اور اس مکروہ شرک کو جو اندرونی اور بیرونی طور پر پیدا ہو گیا تھا ۔دُور کر نے کے لیے اور پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور جلال قائم کر نے کے واسطے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے ۔یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور میں بڑے دعوے اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے ہے ۔اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو قائم کیا ہے جیسا کہ اس نے اپنی تائیدوں اور نُصرتوں سے جو اس سلسلہ کے لیے اس نے ظاہر کی ہیں ،دکھا دیا ہے ۔ ......اللہ تعا لیٰ کا ہر صدی کے سرپر مُجدّدکے مبعوث کر نے کا وعدہ الگ ہے۔ اور قرآن شریف اور اسلام کی حفاظت اور نُصرت کا وعدہ الگ۔زمانہ بھی حضرتؐ کے بعد مسیحؑ کی آمد کے زمانہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے ۔جو نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موعود کے آنے کے مقرر کیے ہیں وُہ پُورے ہو چکے ہیں تو پھر کیا اب تک بھی کو ئی مُصلح آسمان سے نہیں آیا ؟آیا اور ضرور آیا ۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق عین وقت پر آیا ۔مگر اس کی شناخت کر نے کے لیے ایمان کی آنکھ کی ضرورت ہے ۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 92 جدید ایڈیشن)

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۰۰﴾ (البقرہ:200)

ترجمہ: پھر تم (بھی) وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

عبادتِ الٰہی کی طرف توجہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کرکے بیکار کر لیتا ہے"۔ یعنی فطرت جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کو دنیاداری کے دھندوں میں ڈال دیتا ہے، دوسری مصروفیات میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ دوسری چیزیں اس کے لئے زیادہ فوقیت رکھتی ہیں۔ فرمایا: "بیرونی تعلقات سے تبدیل کرکے بیکار کر لیتا ہے تو خداتعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ (الفرقان:78)۔۔۔غرض خداتعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتاہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے اور جو اس کی مرضی کے برخلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلوروفام نیند لاتا ہے اسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اسے غفلت کی نیند سلاتا ہے اور اسی میں اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔"

(الحکم مورخہ 17۔اگست 1901ء)

پس یہ بہت بڑا انذار ہے۔ انسان جوں جوں دنیاوی دھندوں میں پڑتا ہے اللہ کی عبادت سے غافل ہوتا جاتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال ہو۔ پس ہر لحہ، ہر وقت ایک احمدی کو اس فضل کو سمیٹنے کی فکر میں لگے رہنا چاہئے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے جو خالص ہو کر اس کے حضور ادا کی جائے۔ پس اپنی عبادتوں کی طرف خاص توجہ دیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کریں تاکہ خداتعالیٰ آپ کی اور آپ کی نسلوں کی حفاظت فرمائے۔" (خطبہ جمعہ مورخہ 12 مئی 2006ء)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) استغفار ۔ ایک تعویذ،احتیاط اور دوا
- خطاب حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ 22۔اکتوبر 2019ء
- وبائی بیماری اور احتیاطی تدابیر کی اسلامی تعلیم
- کیسی عورتوں سے شادی کرنی چاہئے
- حضرت ڈاکٹر منظور احمدؓ
- لجنہ کالم

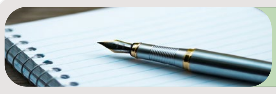

اداریہ

استغفار ۔ ایک تعویذ،احتیاط اور دوا

ان تکلیف دہ حالات میں سب کیلئے استغفار کی ضرورت ہے

اسلامی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح اَستَغفِرُاللّٰہ ہے جس کو استغفار اور توبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار مومنوں کو اپنی سابقہ غلطیوں پر توبہ و استغفار کرنے اور آئندہ ایسی غلطیوں کو دہرانے سے بازرہنے کا حکم دیا ہے۔جیسے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ (البقرہ:200)

وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور صبحوں کے وقت بھی وہ استغفار میں لگے رہتے تھے۔ (الذاریات:19)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی لغزشوں کی بخشش کے لئے استغفار کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اوران کے لئے بخشش کی دُعا کرنے کی نصیحت بھی فرمائی۔ جیسے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (محمد:20)

ترجمہ: اور اپنی لغزش کی بخشش طلب کر۔

پھر فرمایا: فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران:160)

ترجمہ: پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر۔

کتب احادیث میں بھی استغفار کی بہت زیادہ فضیلت اور تاکید بیان ہوئی ہے۔بلکہ اس توبہ و استغفار کو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حسنِ ظن کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کوئی آدمی جنگل بیابان میں (کھانے پینے سے لدا) گمشدہ اونٹ کے مل جانے پر خوش ہوتا ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات)

آنحضورﷺ سابقہ امتوں میں سے مغفرت کا یہ واقعہ بڑے ذوق وشوق سے صحابہؓ کو سُنا کر استغفار کی جہاں تلقین فرمایا کرتے تھے وہاں اپنے خدا کے رحم اور انسانیت سے پیار کے ذکر پر بھی محظوظ ہوتے تھے۔

آپﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی نے 99 قتل کئے۔آخر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی۔اس نے ایک بزرگ عالم سے رابطہ کر کے اس گناہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا۔جس نے اسے ایک تارک الدنیا زاہد کے بارہ میں بتایا۔وہ شخص اس کے پاس آیا اور توبہ بارے پوچھا۔اس نے جواباً کہا کہ اس شخص کی توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے جس نے 99 قتل کئے ہوں۔اس پر اس شخص نے اس عابدوزاہد کو بھی قتل کر کے اپنی سنچری مکمل کی ۔ پھر اسے ندامت ہوئی۔ اسے ایک اور عالم کا پتہ بتایا گیا جس سے اس نے اپنی توبہ بارے سوال کیا۔اس عالم نے کہا کہ کیوں نہیں توبہ قبول ہوسکتی ہے۔تم فلاں ایک بزرگ کے پاس جاؤ۔وہ عبادت اور خدمتِ دین میں مصروف ہوں گے۔وہ انسانیت کا قاتل اس بزرگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔آدھے راستے میں اسے موت نے آلیا۔تب اس کے بارہ میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے اسے جنت لے جانے کی کوشش کی کہ اس نے توبہ کرلی تھی اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے رہے کہ اس نے نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔یہ کیسے بخشا جاسکتا ہے؟ اس پر ایک فرشتہ انسانی صورت میں نمودار ہوا جسے ان دونوں قسم کے فرشتوں نے اپنا ثالث مقرر کرلیا۔

اس نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ جدھر سے یہ شخص آرہا تھا اور جدھر جارہا تھا دونوں ناپ لیں۔ اگر طے شدہ فاصلہ زیادہ ہے تو جنت کو فرشتے لے جائیں۔جب ناپا گیا تو منزل مقصود والا فاصلہ چھوٹا پایا گیا اور رحمت کو فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔ (مسلم کتاب التوبۃ باب قبول توبۃ)

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طے شدہ فاصلہ کم تھا ۔فرشتوں نے اسے کھینچ کر لمبا کر دیا کیونکہ یہ شخص توبہ کرچکا تھا اور خدا کو صدقِ دل سے کی گئی توبہ بہت پسند ہے۔

انسان غلطیوں کا پتلا ہے اور روزانہ انجانے میں انسان بیسیوں غلطیاں کرجاتا ہے۔وہ ان پر توبہ بھی کرتا ہے،استغفار بھی کرتا ہے مگر وہ غلطیاں نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ سرزد ہوجاتی ہیں۔ مگرخدا غفورو رحیم ہے۔وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور بار بار کرتا ہے۔اس لئے ہمیں اپنی روٹین میں استغفار کو حرزِجان بنانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’استغفار کے اصل معانی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معانی جو اس کے نیچے درجے ہیں کہ میرے گناہ کے بدنتائج جو مجھے ملنے ہیں ان سے محفوظ رہوں‘‘ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلداوّل صفحہ 685)

پھر فرمایا:

’’روحانی سرسبزی کے محفوظ اور سلامت رہنے کے لئے یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا۔یہی وہ امر ہے جس کو قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے موسوم کرتا ہے۔‘‘ (نورالحق نمبر1،روحانی خزائن جلد9صفحہ 357)

استغفار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

- میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویز اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔
- استغفار بہت پڑھا کرو۔انسان کے واسطے غموں سے سُبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔
- استغفار بہت کرو۔اس سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلداوّل صفحہ 688)

تمام خلفاء استغفار کی طرف احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے۔دیکھو بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَعَافِنِی۔ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہوجائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔نبی کریمﷺ کسی مجلس سے اٹھتے تو (70سے100 بار تک استغفار پڑھتے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلداوّل صفحہ 337-338)

اسلامی تعلیمات اور کتب میں استغفار اور توبہ کے فضائل اور برکات اور اہمیت سے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ایک مختصر سے مضمون اور آرٹیکل میں ان سب کا بیان تو بہت مشکل ہے۔یہاں صرف یہ اشارۃً بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر مضامین کی جو سیریز خاکسار نے شروع کررکھی ہے اس کے مطابق اَستَغفِرُاللّٰہ کو بھی ایک اسلامی اصطلاح بتا کر بار بار پڑھنے اور اپنی زندگی کا اسے حصّہ بنانے کی طرف ترغیب دلانا مقصود ہوتا ہے۔بلاشبہ استغفار گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتا ہے اور جب گناہ بھسم،بندہوجائیں تو پھر انسان بے شمار برکات وفیوض کا وارث ٹھہرتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن واحادیث میں مختلف اذکار کا ذکر ملتا ہے۔اگر استغفار پڑھا جائے تو کیا دیگر اذکار کو نہ پڑھا جائے؟ یا کم پڑھا جائے؟اس پر تو کوئی بحث نہیں ۔اسلامی تعلیمات میں بیان تمام اذکار کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر ہے اور اُس کی برکات بھی انسان کو ملنے والی ہیں،ان اذکار کو ایسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ انسان مختلف خوشبوؤں والے صابن یولوشن سے نہاتا ہے۔صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے،پھر اس پر پرفیوم بھی لگاتا ہے تو روحانی غسل کے لئے یہ تمام اذکار انسان کو صاف ستھرا بنانے کے لئے ہیں۔

احادیث اور کتب سلفیہ میں استغفار کے لئے مختلف الفاظ مذکور ہیں۔اس موقع پر ایک ایسا استغفار دیا جارہا ہے جس کے ساتھ ایسے الفاظ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام دنیا اور دوسرے میں یہ الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہﷺ کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے: ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ،أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَيْہِ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولﷺ! میں آپﷺ کو دیکھتی ہوں کہ آپﷺ بکثرت کہتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَيْہِ۔ تو آپﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں جلدی ہی اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس کو دیکھ لوں تو بکثرت کہوں:سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ،أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَيْہِ تو (وہ نشانی) میں دیکھ چکا ہوں ۔إِذَا جَاءَ نَصْرُاللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۔ فتح مکہ ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِيْنِ اللّٰہِ أَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ إِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا جب اللہ کی نصرت اور فتح آ پہنچے (یعنی فتح مکہ) اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں بلاشبہ وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔‘‘ (صحیح مسلم)

جون2012ء میں دورہ امریکہ کے دوران ایک طالبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پریشانیوں کے ازالہ کے حوالہ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’سوسائٹی میں،اپنے گھر میں،اپنے سسرال والوں کے ساتھ اوراپنے ماحول میں جو بھی بے چینیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں وہ استغفار کرنے اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنے سے دور کی جاسکتی ہیں۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل 17۔اگست2012ء)

آج دنیا جس تکلیف دہ ، مہلک و متعدی بیماری (وائرس) سے گزررہی ہے،ہزاروں کی تعداد میں ہلاکتیں ہوچکی ہیں اور اس کے مستقبل کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ان حالات میں ہم مومنوں کا فرض ہے کہ ہم خود اپنے لئے بھی استغفار کریں،امّتِ مسلمہ کے لئے بھی استغفار کریں اور دنیا میں بسنے والے دیگر انسانوں کی حفاظت،صحت کے لئے دُعاگو رہیں کیونکہ یہ خدا کا کنبہ ہے اور ہم اس کا حصّہ ہیں۔ہمیں اللہ کے کنبہ (خاندان) کے ہر فرد کے لئے دعا کرنا اپنے اوپر فرض کر لینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی انسانیت کو ہر تکلیف اور مصیبت سے محفوظ فرمائے۔آمین

خطاب مورخہ 22۔اکتوبر 2019ء

اسلام کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ، اعتراضات کا جواب اور انسانی حقوق کے قیام سے متعلق اسلام کی چند بےمثال تعلیمات کا اثرانگیز اور پُر معارف تذکرہ

مغربی تہذیب کی مخالفت کرنا ، اسے رد کرنا یا اس سے گریز کرنا تو کُجا، ترقی پذیر قومیں تو اس تہذیب کے مطابق ڈھلتی جارہی ہیں۔ تو مغربی تہذیب کا خطرے میں ہونا تو دور کی بات، حقیقت اس کے برعکس نظر آرہی ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں جو جنگیں لڑی گئیں ان کا مقصد حصولِ اقتدار یا ظلم یا مقامی لوگوں کو جبراً اسلام قبول کروانا نہیں تھا۔ ان جنگوں کا مقصد مذہب کی حفاظت اور آزادئ مذہب کا قیام تھا۔

ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے میری رائے ہے کہ آپ اپنی ثقافت اور اپنے ورثے کی حفاظت کے لیے اپنی توانائی اور کوششیں مذہبی رجحان کے تنزل کو روکنے اور لوگوں کو ان کے مذہب کی طرف واپس لانے پر مرکوز کریں

بحیثیت جماعتِ احمدیہ مسلمہ، ہمارا ایمان ہے کہ اسلام کسی بھی صورت میں جبر یا طاقت کے ذریعہ دین کو پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر اسلام سے خوفزدہ ہونے کی کیا وجہ رہ جاتی ہے؟

حاصلِ کلام یہ کہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جو تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ صورت حال مزید بگڑ جائے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انگریزی زبان میں استقبالیہ تقریب سے بصیرت افروز خطاب مورخہ 22۔اکتوبر 2019ء بمقام ہوٹل ADLON KEMPINSKI، جرمنی کا اردو ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام معزز مہمانوں کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر سلامتی اور رحمتیں نازل فرمائے۔

سب سے پہلے تو آپ سب معززین کا شکریہ کہ آپ نے ہماری دعوت کو قبول کیا اور آج شام اس تقریب میں تشریف لائے۔

آج کل دنیا میں بالعموم اور مغربی دنیا میں بالخصوص تارکینِ وطن اور ان کے معاشرہ پر اثرات کا موضوع بھرپور طور پر زیرِ بحث ہے، اور اس بحث کا زیادہ حصہ مسلمانوں کے گرد گھومتا ہے۔ بعض حکومتیں بلکہ عوام بھی تہذیبوں کے تصادم کے اندیشے سے خوف زدہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مسلمان نہ صرف مغربی معاشرے کا حصہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ اس معاشرہ کے لیے ایک خطرہ بھی ہیں۔

اس مسئلہ پر بات کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ''تہذیب'' کا اصل مطلب ہے کیا؟ اس کے جواب میں میں جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ کی بیان کردہ تعریف ، جس سے میں خود مکمل طور پر متفق ہوں، پیش کرتا ہوں۔اس تعریف کے مطابق تہذیب سے مراد کسی معاشرے کی مادی ترقی ہے۔معاشی ترقی، تکنیکی ایجادات، ذرائع نقل و حرکت، ذرائع مواصلات اور علمی ترقی وہ عوامل ہیں جو کسی تہذیب کی ترقی کا پتہ دیتے ہیں۔مثلاً ابلاغ اور نقل و حرکت کے جدید ذرائع کی طرح تجارتی و معاشی نظام، امن عامہ، صنعت و حرفت، سائنسی و علمی تحقیق اور تعلیمی معیار بھی کسی معاشرے کی تہذیبی سطح کے عکاس ہوتے ہیں۔نیز عسکری طاقت یا قانون یا کسی بھی اور ذریعہ سے امنِ عامہ کے قیام کے لیے کیے گئے اقدامات بھی تہذیبی ترقی کا معیار ہوتے ہیں۔

اقوام کی تہذیب کے علاوہ ان کی ثقافت بھی ہوتی ہے جو کسی قوم کے افراد کے نظریات،معاشرتی مسائل سے متعلق ان کے رویوں اور ان کے عمل اور رد عمل کا مظہر ہوتی ہے۔ ثقافت کا دارومدار مادی ترقی کی بجائے کسی قوم کے افراد کی اخلاقیات، مذہبی اقدار اور روایات پر ہوتا ہے۔

پس جہاں تہذیب مادی، ٹیکنولوجیکل اور علمی ترقی کا نام ہے، وہاں ثقافت مذہبی، اخلاقی اور فکری ساخت کی مظہر ہے۔

تہذیب اور ثقافت کے اس فرق کو عیسائیت کی ابتدائی تاریخ سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس دور میں سلطنتِ روم اپنی طاقت کے عروج پر تھی، بلکہ آج بھی دنیا کی تاریخ کی عظیم تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔اپنی مادی ترقی، شہری سہولیات اور حکومتی نظم و نسق کے اعتبار سے سلطنتِ روم کو بہت تہذیب و تعلیم یافتہ تسلیم کیا جاتا تھا۔

تاہم یہ ظاہری عظمت اس کے اخلاقی معیار کی ہم پلہ نہ تھی، کیونکہ عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں اس کے شہریوں میں ترقی پسند رجحانات پیدا ہوچکے تھے۔ عیسائیت مذہب کے اصولوں پر ان کی رہ نمائی کرتی، جبکہ رومن اربابِ اختیار ان کے لیے دنیوی قوانین و ضوابط وضع کرتے۔

یوں رومیوں کی دنیوی تعمیر و ترقی ان کی تہذیب کی عکاسی کرتی، جبکہ عیسائیت انہیں ایک بہترین ثقافت سے آراستہ کرتی۔ وقت کے ساتھ عیسائیت سلطنتِ روم کا غالب مذہب بن گئی اور یوں ان کی تہذیب نے عیسائیت کی ثقافت کو اپنا لیا۔ اس ملاپ اور اس کے زبردست اثرات نے روایات اور اقدار کی وہ بنیادیں رکھیں جو آج بھی، مذہب سے دور ہوجانے کے باوجود، مغربی معاشرہ کا حصہ ہیں۔

اب امیگریشن کی بحث کی طرف آئیں، تو بعض مغربی ممالک کے معاشرتی اعداد و شمار میں بہت تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ بہت سے ملکوں سے تارکین وطن یہاں پہنچے ہیں مگر اصل تشویش کا باعث اِن ممالک میں مسلمانوں کا سکونت اختیار کرنا بن گیا ہے۔اِن مغربی ممالک کے آبائی شہری مسلمانوں کے یہاں کثرت سے پناہ گزین ہونے سے اپنی صدیوں پرانی تہذیب، ثقافت اور اقدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ، ہم تہذیب کو مادی ترقی خیال کرتے ہیں ۔ مغربی تہذیب کی مخالفت کرنا، اسے رد کرنا یا اس سے گریز کرنا تو کُجا، ترقی پذیر قومیں تو اس تہذیب کے مطابق ڈھلتی جارہی ہیں۔ تو مغربی تہذیب کا خطرے میں ہونا تو دور کی بات، حقیقت اس کے برعکس نظر آرہی ہے۔

سفر اور ابلاغ کے جدید ذرائع نے دنیا کو ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کردیا ہے۔ ٹیلی وژن ، دیگر ذرائع ابلاغ اور بالخصوص انٹرنیٹ کی موجودگی میں اب کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہااور معاشی لحاظ سے پسماندہ ممالک میں رہنے والے لوگ ترقی یافتہ اقوام کے رہن سہن کو دیکھ سکتے ہیں۔ مغربی طرزِ زندگی کا اثر قبول کرتے ہوئے وہ بھی مادی ترقی کے اسی درجے کے حصول کے خواہاں ہیں۔

پس اس دعوے میں، کہ مغربی یا یورپی تہذیب مسلمانوں کی موجودگی سے خطرہ میں ہے، کوئی دَم نہیں۔ بلکہ مغربی تہذیب تو مسلم دنیا سمیت تمام خِطّوں پر اثرانداز ہورہی ہے۔ہاں ،یہ خیال کہ اسلام کے پھیلنے سے یورپ کی مذہبی اور اخلاقی ثقافت کا خطرہ میں ہونا ایک جائز اور قابلِ فہم اندیشہ ہے اور اب میں اس کی طرف آتا ہوں۔

یہ تو ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ لوگ مذہب سے دور ہوتے جارہے ہیں اور مغرب میں تو یہ رجحان تشویشناک حد تک بڑھا ہوا ہے۔مغربی ممالک میں ہونے والی مردم شماری کے اعداد سے ثابت ہے کہ مذہب یا خدا کی طرف رجحان رکھنے والے افراد کی تعداد گرتی چلی جارہی ہے۔ میرے نزدیک لادینیت مغربی ثقافت کے لیے اسلام کی نسبت زیادہ بڑا خطرہ ہے۔ مغربی اقدار صدیوں پرانی ہیں اور ان کی بنیادیں مذہبی روایات بالخصوص عیسائی اور یہودی ورثے پر استوار ہیں۔یہ مذہبی اقداراور ثقافتی اطوار ان لوگوں کی زد میں ہیں جو دین اور مذہب کے بکُلّی خلاف ہیں۔

ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے میری رائے ہے کہ آپ اپنی ثقافت اور اپنے ورثے کی حفاظت کے لیے اپنی توانائی اور کوششیں مذہبی رجحان کے تنزل کو روکنے اور لوگوں کو ان کے مذہب کی طرف واپس لانے پر مرکوز کریں، خواہ ایسے لوگوں کا مذہب عیسائیت ، یہودیت یا کچھ بھی ہو۔یہ تو کسی بھی طرح درست نہیں کہ ترقی کے نام پر اخلاقی معیار اور اقدار کودفعتاً ترک کر دیا جائے جو صدیوں سے اس معاشرے کا حصہ چلی آرہی ہیں۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ مغرب میں مذہبی رجحان کا تنزل ہی ہے جس کے باعث لوگ اسلام سے خوفزدہ ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمان بالعموم اپنے دین سے وابستہ رہتے ہیں۔اس کے پیشِ نظر میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میڈیا میں کچھ بھی پڑھیں یا سنیں، اسلام سے خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان قرآن کریم کو مکمل اور حتمی مذہبی تعلیم مانتے ہیں، اور قرآن کریم سے ہماری محبت اور اس کی اطاعت کے باعث ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مذہب ہر فرد کے لیے دل کا معاملہ اور ذاتی مسئلہ ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 257 میں واضح حکم ہے کہ لَاۤ اِكۡرَاهَ فِی الدِّیۡنِ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔

لہٰذا غیر مسلموں کو یہ خوف ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ مسلمان زبردستی اپنے عقائد کو پھیلائیں گے یا جبراً اپنے نظریات کو اس خطۂ زمین پر مسلط کریں گے۔ انتہا پسندی کی راہ اختیار کرنے والی نام نہاد مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی اقلیت قرآن کریم کی تعلیمات کی نمائندہ نہیں۔میں کئی مرتبہ یہ بات کہہ چکا ہوں کہ حکومتوں اور اربابِ اختیار کو انتہا پسندوں کی سختی سے روک تھام کرنی چاہیے، خواہ یہ انتہا پسند مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔

بحیثیت جماعتِ احمدیہ مسلمہ، ہمارا ایمان ہے کہ اسلام کسی بھی صورت میں جبر یا طاقت کے ذریعہ دین کو پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر اسلام سے خوفزدہ ہونے کی کیا وجہ رہ جاتی ہے؟ پھر کیوں کوئی خیال کرے کہ اس کی تہذیب یا ثقافت اسلام کے ہاتھوں خطرے میں ہے؟

اسلامی نقطۂ نظر سے تہذیب اور ثقافت کے فرق کو بیان کردینے کے بعد اب میں اسلام کی بعض بنیادی تعلیمات بیان کروں گا۔ اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کے بارہ میں بہت سے اوہام اور غلط فہمیاں عام کردی گئی ہیں۔ اس مختصر وقت میں اسلامی تعلیم کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں، تاہم میں انسانی حقوق کے قیام سے متعلق اسلام کی چند تعلیمات بیان کروں گا۔

انسانی حقوق کے حوالہ سے قرآن کریم کی سورۃ النساء کی 37ویں آیت بنیادی اہمیت کی حامل ہے، جس میں فرمایا:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔـا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ۔

’’اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور اسی طرح رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو ...‘‘

اس آیت میں جہاں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا، وہاں والدین کے ساتھ محبت اور دل داری کی بھی تلقین فرمائی۔ یہ تعلیم، جو مسلمانوں سے والدین کے ساتھ محبت اور احسان کا تقاضا کرتی ہے، کسی بھی مذہب یا قوم سے کس طرح متصادم ہوسکتی ہے؟یہ آیت تو مسلمانوں سے رشتہ داروں اور عزیزوں سے رحم اور محبت کے سلوک کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ یتامیٰ اور معاشرہ کے دیگر مساکین کو آرام اور آسائش پہنچانے کا تقاضا بھی کرتی ہے۔

اس معاملہ میں ہمارا اعتقاد ہے کہ غربا کی مدد کا ایک اہم ذریعہ تعلیم ہے۔اگر شکستہ گھرانوں یا غربت سے متاثرہ افرادِ معاشرہ کو تعلیم کی سہولت دے دی جائے تو وہ مصائب کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ایسے نوجوانوں کو مواقع مہیا ہو جائیں گے اور وہ یاس اور ناامیدی سے آزاد ہوکر، جرائم پیشہ بننے کی بجائے معاشرہ کے فعال اور کارآمد افراد بن جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ تعلیم کو بہت اہمیت دیتی ہے اور اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے ہم نے افریقہ کے متعدد ممالک میں سکول بھی کھولے ہیں اور ایسے طلباء کے لیے وظائف بھی جاری کررکھے ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ہمارانظریہ ہے کہ متمول ممالک کو دنیا کی کمزور اقوام کی ٹھوس بنیادوں پر استوار ہونے میں مدد کرنی چاہیے۔ اگر غریب ممالک اپنی معیشت اور اپنے بنیادی ڈھانچے استوار کرلیں توان کے شہریوں کو اپنے ہی ملک میں مواقع میسر آجائیں گے اور انہیں ترکِ وطن کرکے بیرونِ ملک چلے جانے کی ضرورت بھی کم محسوس ہوگی۔اگر ان کے اپنے ممالک مستحکم ہو کر ترقی کی راہوں پر چل نکلیں تو اِس کے فطری نتیجہ کے طور پر ان کے اپنے خطہ کے ساتھ ساتھ دنیا کے دیگر خطے بھی مستفید ہوں گے۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کا خصوصیت سے ذکر ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ پڑوس کی حد بھی بڑی وسیع بیان ہوئی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے پڑوسی کے حقوق پر اس قدر زور دیا کہ انہیں یہ گمان ہوا کہ شاید اسے وراثت میں بھی حصہ دار بنا دیا جائے۔

اسلام میں پڑوسی سے مراد ساتھ ساتھ رہنے والے ہی نہیں، بلکہ اس کے معانی وسیع تر ہیں جس میں ہم سفر، رفقائے کار، ماتحت اور بہت سے افراد بھی اس میں آجاتے ہیں۔غرض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حقوق العباد کی ادائیگی ایک اخلاقی ذمہ داری کے طور پر فرض فرمادی ہے۔

بانیٔ اسلام ﷺ نے یہ تعلیم بھی دی کہ جو انسان کا شکرگزار نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہوسکتا۔ کیا ہی خوب اصول ہے! پس خدا تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسانیت کے حقوق بھی ادا کیے جائیں۔

میں پھر پوچھتا ہوں کہ ایسی تعلیم مغربی تہذیب کے لیے خطرہ کیونکر ہوسکتی ہے؟یہ تعلیمات جو معاشرے میں امن اور استحکام کے قیام کی ضامن ہیں معاشرتی اور معاشی نتائج میں بہتری ہی کا موجب ہوں گی۔

لہٰذا مغربی افراد کا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں برعکس دلائل پر منتج ہوتا ہے۔اگر مسلمان اس معاشرے کا حصہ بننے، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے اور ملک و قوم کی ترقی اور بہبود کی کوشش کرنے کی نیت لے کر یہاں آئیں، تو یہ قابلِ مذمت نہیں بلکہ عین قابلِ ستائش ہے۔

کچھ لوگ اس خیال کے حامل ہیں کہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہے، لہٰذا وہ مغرب میں آکر متشدد جنگ چھیڑ دیں گے اور اسلامی تہذیب کو جبر سے مسلط کرتے ہوئے معاشرے کا امن اور سکون برباد کردیں گے۔ یہ خیال جہاد کی تعلیم اور اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں لڑی جانے والی جنگوں سے متعلق شدید غلط فہمیوں پر مبنی ہے۔درحقیقت اسلام خونی یا متشدد مذہب نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آنحضور ﷺ کے ایک صحابی نے اسلامی فوج میں شامل ہوکر جہاد کرنے کی اجازت چاہی۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس کی درخواست اس بنیاد پر رد کردی کہ اس کے والدین ضعیف تھے ۔بلکہ اسے حکم دیا کہ وہ گھر میں رہ کر ان کی خدمت کرے، کہ یہی اس کا جہاد ہوگا۔ اگر جہاد کا مقصد جنگ و جدل اور خونریزی ہی ہوتا تو پیغمبرِ اسلام ﷺ اس کی پیشکش کو فوراً قبول کرتے ہوئے مسلم فوج کو تقویت دینے کو ترجیح دیتے۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جو جنگیں لڑی گئیں ان کا مقصد حصولِ اقتدار یا ظلم یا مقامی لوگوں کو جبراً اسلام قبول کروانا نہیں تھا۔ ان جنگوں کا مقصد مذہب کی حفاظت اور آزادیٔ مذہب کا قیام تھا۔

قرآن کریم کی سورۃ الحج کی آیات 40اور 41میں فرمایا ہے کہ

اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ لَـقَدِيۡرُ ۙ (الحج:40) الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا دَ فۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ (الحج:41)

اگر مذہبی انتہا پسندوں کو روک نہ دیا جاتا تو کلیسا اور معبد اور مندر اور مساجد اور دیگر عبادت گاہیں شدید خطرے کا شکار ہو جاتیں۔ کفارِ مکہ کا یہی تو مقصد تھا کہ مذہب کے تمام آثار کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ یہ ثبوت ہے کہ اسلام تمام مذاہب کے تحفظ کا ضامن ہے۔

پھر بچوں کی پرورش کے بارہ میں قرآن کریم کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر 152 میں آتا ہے کہ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ یعنی مسلمان اولاد کو قتل نہ کریں۔ یہاں اولاد سے محبت اور شفقت کا حکم بھی ہے اور انہیں تعلیم دلانے، ان کی تربیت کرنے کا حکم بھی، تاکہ وہ بڑے ہوکر نہایت قابل اور بااخلاق افراد بنیں اور ملک وقوم کا اثاثہ ہوں۔

اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق کی

حفاظت کریں۔ مثلاً قرآن کریم کی سورۃ النساء کی ساتویں آیت میں مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ یتیم بچوں کے استحصال کی روک تھام کریں اور ان کی عزت اور ان کے وراثت کے حقوق کی حفاظت کریں، تا وقتیکہ وہ ایسی عمر کو پہنچ جائیں جہاں وہ ان معاملات میں خودکفیل ہوں۔فرمایا:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ۔

مغربی دنیا میں اسلام پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ مسلمان عورتوں اور ان کے حقوق کو وقعت نہیں دیتے۔ پہلے تو یہ واضح ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے اسلام نے ہی عورت کو وراثت میں حق دیا، خلع کا حق دیا اور اس کے دیگر حقوق قائم کیے۔ اس کے ساتھ اسلام تعلیمِ نسواں اور خواتین کو ذاتی ترقی و بہبود کے مواقع مہیا کرنے پر بھی زبردست زور دیتا ہے۔کسی ایک بھی لڑکی یا عورت کو تعلیم کی سہولت سے محروم کرنا یا اس کے ساتھ کسی بھی طرح کا ناروا سلوک کرنا جائز نہیں۔

ایک ایسے زمانہ میں جب خواتین کے حقوق کو پامال کرنا معمول کی بات تھی، اور جب انہیں مردوں سے کم تر خیال کیا جاتا تھا، آنحضورﷺ کے ذریعہ حقوق نسواں کے حوالہ سے ایک عظیم انقلاب برپا ہوا۔ آنحضورﷺ نے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ وہ اپنی بیٹیوں سے محبت کریں اور انہیں کسی بھی طرح لڑکوں سے کم تر نہ سمجھیں۔

پیغمبرِاسلامﷺ کا ایک مشہور فرمان ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ یہ الفاظ معاشرے میں عورت کے عظیم المرتبت کردار اور نہایت نمایاں اور بے مثال مقام کا مظہر ہے۔درحقیقت نوعمری میں بچوں کی پرورش کرنا ماؤں ہی کی ذمہ داری ہے اوریوں آئندہ نسل کو معاشرے کے فعال اور کارآمد بنانے میں ماؤں کا کردار نہایت اہم ہے۔

ماؤں ہی تو ہیں جن کے پاس یہ طاقت اور قابلیت ہے کہ وہ اپنی قوم کو جنت نظیر بنادیں اور اپنے بچوں کے لیے دائمی جنتوں کے دروازے کھول دیں۔

اسی طرح قرآن کریم کی سورۃ النساء کی بیسویں آیت میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے محبت اور عزت سے پیش آئیں۔ مغربی ممالک میں تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب گھریلو تشدد کے واقعات میں پولیس اور عدالتوں کی دست اندازی کی خبریں نہ آتی ہوں۔ متعدد تحقیقات اور رپورٹوں سے، مثلاً برطانیہ کے قومی ادارہ ٔ شماریات کی 2018ء کی رپورٹ، سے ثابت ہے کہ ایسے جرائم کسی مذہب سے مخصوص نہیں ۔ ایک اور حالیہ رپورٹ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جرمنی بھی ایسے واقعات سے مستثنیٰ نہیں۔ لہٰذا اسلام کو عورت مخالف مذہب قرار دینا سخت نا انصافی ہے۔

جیسا کہ میں نےابھی بیان کیا ہے، اسلام تو عورت کوعزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مرد کسی بھی عورت سے درشتی سے پیش آتا ہے، وہ اسلام کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنے کا مرتکب ہوتاہے۔

اسلام اپنے پیروؤں سے اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کےعقائد اور مذہبی جذبات کا احساس کریں۔ میثاقِ مدینہ اس تعلیم کا واضح ثبوت ہے جہاں تورات کو یہودی کی شرعی کتاب کے طور تسلیم کیا گیا۔

اسلام نے تو دشمنوں اور مخالفین تک کے حقوق کے تحفظ کی تعلیم دی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 191 میں حالتِ جنگ میں بھی مخالف کے ساتھ زیادتی کرنے کی ممانعت آئی ہے۔فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

افسوس کہ موجودہ دنیا میں، جو ماضی کے کسی بھی زمانہ سے زیادہ تہذیب یافتہ ہونے کی دعویدار ہے، افراد اور اقوام مخالفین کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے سخت ظالمانہ کارروائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور انتقام کا کوئی موقع نہیں جانے دیتے۔

قرآن کریم کی سورۃ المائدہ کی نویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ۔

یعنی کسی قوم یا گروہ کی دشمنی تمہیں عدل اور انصاف پر سمجھوتہ کرنے پر مجبور نہ کرے۔ بلکہ اسلام تو حکم دیتا ہے کہ ہر حالت میں عدل و انصاف کے اصولوں پر قائم رہا جائے اور کبھی انتقام کے جذبہ کو غالب نہ آنے دیا جائے۔

اس تعلیم کا بہترین عملی نمونہ ہمیں رحم، عفو اور درگزر کے اس بے نظیر سلوک سے ملتا ہے جس کا مظاہرہ آنحضورﷺ نے فتحِ مکہ کے موقع پرفرمایا۔تاریخ شاہد ہے کہ مکہ میں مسلمانوں پر اذیتوں اور مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے ، ان کی جانیں لی گئیں ، انہیں بے گھر کردیا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں ہجرت کرنا پڑی۔لیکن جب آنحضورﷺ فاتحانہ شان سے مکہ لوٹے اور ایسے میں کہ تمام شہر آپ کے زیرِ نگین تھا، آپﷺ نے اعلان فرمایا کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔اس فاتحانہ موقعہ پر آنحضورﷺ نے کمال انکساری اور بردباری کا مظاہرہ فرمایا۔

آپؐ نے اعلان فرمایاکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں کو فوراًمعاف کردیا جائے اور کسی کے ساتھ بھی غیر منصفانہ سلوک نہ کیا جائے، خواہ کوئی اسلام قبول کرے یا نہ کرے۔

اسلام کے ذریعہ معاشرہ کے کم زور ترین افراد کے لیے ایک اور انقلاب غلامی کے حوالہ سے آیا، جسے اسلام سے قبل جائز اور معمول کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع پیغمبرِ اسلامﷺ نے غلامی کا خاتمہ فرمایا۔

قرآن کریم کی سورۃ النور کی چونتیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔

کہ اگر کوئی غلام آزادی کا تقاضا کرے تو اسے آزاد کردیا جائے۔ اگر کوئی مالی معاوضہ لینا ضروری بھی ہو تو وہ معقول اور قابل ادا اقساط میں لیا جائے، یا پھر معاف ہی کردیا جائے۔

جیسا کہ میں نے کہا، غلامی اس دور کے معاشرے کا ایک اٹوٹ انگ تھی اورآنحضورﷺ اس کے خاتمہ کے ذریعہ معاشرے کی روش میں ایک عظیم انقلاب لے کر آئے۔

آج ظاہری غلامی کا دور تو نہیں مگر اس کی جگہ معاشی پابندیوں اور بندشوں نے لے لی ہے۔ طاقت ور اقوام اور کم زور اقوام کا باہمی رشتہ آقا اور غلام کے تعلق کی شکل اختیار کرگیا ہے۔مثلاً امیر ممالک کی طرف سے غریب ممالک کو امداد کے نام پر دیے جانے والے قرضے ،جنہیں قبول کرنے کے علاوہ غریب ممالک کے پاس کوئی اورراستہ نہیں ہوتا، خواہ شرائط جیسی بھی ہوں۔پھر سود کی مفلوج کُن شرح ان بظاہرقلیل المدت قرضوں کو طویل المدت مصائب اورپابندیوں میں بدل دیتی ہے۔ نتیجۃً مقروض ملک کے پاس غالب قوم کے سامنے جھکتے چلے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔یہ غلامی کلیۃً غیر اخلاقی ہے۔

اسلام نے آغاز ہی سے غیر مسلموں کے حقوق بھی قائم کردیئے اور مسلمانوں کو معاشرہ میں امن اور اتحاد کے قیام پر پابند کردیا۔ مثلاً قرآن کریم کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر109 میں حکم فرمایا کہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔

مسلمان مشرکین کے بتوں کو بھی برا نہ کہیں ، مبادا یہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے پر اکسائے۔

پس معاشرے کو تنازعات، نفرت اور تناؤ سے محفوظ رکھنے کے لیے مسلمانوں کو ہمیشہ صبر کا مظاہرہ کرنے کا حکم ہے۔

اس مختصر وقت میں میں نے چند نکات بیان کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے کس طرح انسانیت کے حقوق کو قائم فرمایا ۔ مجھے امید ہے کہ میری گزارشات سے آپ کو یہ اطمینان حاصل ہوا ہوگا کہ اسلام مغربی تہذیب یا ثقافت کے لیے خطرہ نہیں ہے۔اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کے حقوق کو پامال کرتا ہے تو وہ اسلامی تعلیم کی خلاف ورزی کرتا ہے یا پھر وہ اس تعلیم سے واقف ہی نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کا موجب ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جو تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ صورت حال مزید بگڑ جائے۔

اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ الفاظ کے نتائج دوررس ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا تہذیبوں کے تصادم کی بات کرنے کی بجائے، اور قوموں کے درمیان بلاضرورت تناؤ پیدا کرنے کی بجائے، ایک دوسرے کی مذہبی تعلیمات پر حملے کرنے سے گریز ضروری ہے۔ بجائے عقائد کے اظہار پر پابندیاں عائد کرنے کے، ہمیں یہ خیال رہنا چاہیے کہ ہم سب ایک ہی نسلِ انسانی کا حصہ ہیں، جو آج ہمیشہ سے زیادہ باہمی طور پر منسلک ہے۔مختلف رنگ و نسل اور مذہب کا احترام کرتے ہوئے ہمیں اتحاد کے قیام کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ دنیا میں دیر پا امن قائم ہوسکے۔

تاہم، موجودہ صورت حال تواس کے برعکس ہے۔کیا مسلم اور کیا غیر مسلم، ہر قوم اپنے مفادات کو دنیا کے وسیع ترمفادات پر ترجیح دیتے ہوئے، عدل اور اخلاق کی حدیں عبور کرتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول پر کمربستہ ہے۔ماضی کے تاریک زمانوں کی طرح مخالفانہ اتحاد اور گروہ بندیاں ابھر رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اپنی تباہی کو دعوت دینے پر مصر ہے۔

آج متعدد ممالک نے ایسے نیوکلیائی ہتھیار اور آلاتِ تباہی حاصل کر لیے ہیں جو زیر بحث تہذیب کو تباہ کردینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ہتھیار کبھی استعمال نہ ہوں گے یا غلط ہاتھوں میں نہ چلے جائیں گے؟اگر یہ نیوکلیائی ہتھیار کبھی استعمال ہوگئے، ان کے بد اثرات صرف ہم پر ہی نہیں پڑیں گے، بلکہ ہماری اولاد اور آئندہ نسلیں بھی ہمارے گناہوں کا خمیازہ بھگتیں گی۔ کئی نسلوں تک ایسے ذہنی اور جسمانی طور پر اپاہج بچے پیدا ہوں گے جن کی امنگوں اور خوابوں کے اجڑ جانے میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں ہوگا۔

کیا ہم اپنے بعد آنے والوں کے لیے ایسا ورثہ چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

اس لیے مذہبی، نسلی یا سیاسی اختلافات کی بنیاد پر نفرت کی چنگاریوں کو ہوا دینے کی بجائے ، ہمیں اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی کرنا ہوگی۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہوجائے۔

آیئے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، باہمی احترام، برداشت اور محبت کے جذبے کے ساتھ عالمی امن اور آزادیٔ مذہب کے قیام کے لیے مل کر کوشش کریں۔

ان الفاظ کے ساتھ میں ایک مرتبہ پھر اس تقریب میں شامل ہونے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہت شکریہ۔ (الفضل انٹرنیشنل 3مارچ 2020ء)

حافظ مظفر احمد

وبائی بیماری اور احتیاطی تدابیر کی اسلامی تعلیم

یہ بجاکہ کرونا وائرس بے شک ڈاکٹرز کے مطابق ایک بے جان خلیہ ہے،مگر خدائے قادر و توانا کی شان دیکھیں اس مردہ وجود کے ذریعہ اپنی ذات کی قہری تجلّی کاایسا نمونہ دکھایا ہے کہ تاریخ عالم کی انتہائی ترقی یافتہ دنیا کو اس ذرّۂ حقیر نے بے بس کرکے رکھ دیا ہےاوریہ خدائی جلوہ دیکھ کر مذہبی دنیا ہو یا لامذہب سب کو ایک دفعہ خدایادآہی گیا ہے۔کچھ ایسی ہی واردات قلبی کا اظہار29 مارچ کوعلی الصبح ہماری ایک بزرگ خاتون نے کیاکہ فجر کے وقت جب وہ بیدار ہوئیں تو زبان پر یہ شعر جاری تھا: ؎

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

بے شک دنیا کا یہ ہرجائی پن ایک وقتی ردعمل سہی مگر ایک نئے انقلابی دور کا آغازدکھائی دیتاہے کہ فی الوقت تو اس بے جان ذرہ نے انسانی معاشرت،اخلاقیات، اقتصادیات اور مذہب غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی کوتہ وبالاکرکےایک ہیجان برپا کر رکھا ہے۔

اس متعدی عالمی وبا سے بچاؤ کااہم علاج باہمی میل جول کے انفرادی سطح تک محدود کرنے میں بتایاگیا ہے،اور معاشرتی یا مذہبی فرائض کی اجتماعی بجاآوری پر بھی قدغن عائد ہے۔پھر بھی پاکستان کے بعض علماء اس فیصلہ سے مکمل طور پرموافقت نہ کرتے ہوئے یہ موقف رکھتے ہیں کہ کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی، اس لیے تبلیغی گروہ اپنے سفر جاری رکھے ہوئے ہیں اورمولوی حضرات کے نزدیک بیماری کی وجہ سے مساجد کو عارضی طور پر بھی بند نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اس موقف کی تائید میں وہ بعض احادیث بھی پیش کرتے ہیں اس لیے اس سنجیدہ دینی مسئلہ کا علمی محاسبہ ضروری ہے تاکہ جو لوگ مکمل تخلیہ اختیارکرتے ہوئے نمازبھی گھروں میں ادا کررہے ہیں اور وبا کے ضرر سے محفوظ ہیں،ان کے لیے کسی انقباض کی بجائے مزیددلی تسکین کا سامان ہو۔

بیماری کے متعدّی ہونے کے بارہ میں ارشاد نبویؐ:

امرواقعہ یہ ہے کہ بیماریوں کا متعدّی ہونااس جدید سائنسی دور میں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کے بعد کسی عالم کا یہ دینی موقف خلاف واقعہ ہےکہ بیماریاں متعدّی نہیں ہوتیں اوریہ خیال احادیث نبویہؐ کا درست مفہوم نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کیونکہ ہمارے معلم کتاب و حکمت سید الانبیاءﷺ خلاف حقیقت بات نہیں فرما سکتے۔ آیئے اس پہلو سے پیش کردہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ

لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ المَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ (صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام)

یعنی ہربیماری اپنی ذات میں متعدّی نہیں ہوتی(جب تک مسبب الاسباب خدا کا اذن نہ ہو) اور جاہلیت کے دیگر اوہام باطلہ بدشگونی ،ھامة (مقتول کی روح کا پرندہ کے روپ میں انتقام نہ لینے تک دہائی دینا)اور صفر(پیٹ میں سانپ کی موجودگی سے بھوک کی بیماری) کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔مگر اس کے باوجود جذام کے بیمار سے تم ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

جیساکہ ظاہرہے یہاں ایک طرف رسول کریمﷺ نے عربوں کے جاہلیت کے خیالات کا ردّ فرمایا ہے جوہربیمار سے دوسرے کو بیماری لگ جانے کے وہم میں مبتلا تھے اور ان کو اس مشرکانہ خیال سے بچاکر سچی توحید کا درس دیا تو دوسری طرف متعدّی بیماریوں سے سختی سے بچنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے جس کی نافرمانی گناہ کے زمرے میں آتی ہے۔

علمائے سلف نے اس حدیث کے یہی معنے کیے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے خیال کے مطابق ہر بیماری دوسرے کو لگ نہیں سکتی سوائے اس کے کہ اذن الٰہی ہو۔

چنانچہ شارح بخاری علامہ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

’’حدیث لاعدویٰ میں بیماری کے متعدّی ہونے کی وہ نفی مراد ہے جو عرب لوگ جاہلیت میں خیال کرتے تھے کہ کسی بھی بیمار کے میل جول سے اسے بیماری لگ جاتی ہے یا اس حقیقت کی نفی ہے کہ محض کوئی چیز کسی کو بیماری نہیں لگاتی۔ورنہ (بتاؤکہ)سب سے پہلے بیمار کو وہ بیماری کس نے لگائی؟‘‘ (فتح الباری لابن حجر جزء1 صفحہ154)

اسی طرح علامہ بیہقی نے بھی اس حدیث کی یہی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

’’دراصل رسول کریمﷺ نے بیماری کے متعدی ہونے کی نفی جاہلیت کے اس خیال کی بناء پر فرمائی جو وہ اس فعل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بیمار کی طرف منسوب کیاکرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت سے صحت مند کے بیمار سے ملنے کا سبب پیدا کردیتا ہے(پس وہ بیمار ہی حقیقی سبب نہیں اللہ کی ذات مسبب الاسباب ہے) لیکن ساتھ ہی رسول کریمﷺ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ بیمار صحت مند کے پاس نہ آئے اور طاعون کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص سنے کہ فلاں جگہ طاعون ہے تو وہاں نہ جائے۔‘‘

(فتح الباری لابن حجر جزء10 صفحہ160تا162)

یہی بات دیگر علمائے حدیث علامہ نووی اور علامہ طیبی نے بیان کی ہے۔طوالت سے بچنے کے لیے تکرار کی ضرورت نہیں،حوالہ کافی ہے۔

(الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری جزء21 صفحہ45)

حضرت مسیح موعود بانی جماعت احمدیہؑ نے اسی حدیث کی روشنی میں یہ پُرحکمت اصول اخذفرمایا کہ احادیث کے ظاہری معنے اگر ثابت شدہ علم اور تجربہ کے خلاف ہوں تو ان کی تاویل کے بغیر چارہ نہیں ہوتا جیساکہ اس حدیث کی مثال ہے، آپؑ بیان فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لاعدویٰ یعنے ایک مرض دوسرے کو نہیں لگتی یعنے تجاوز نہیں کرتی ایک چیز دوسری تک لیکن طبّی تجارب سے اس کے مخالف ثابت ہوگیا اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض مرضیں مثلاً آتشک کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہےاور ایک آتشک زدہ عورت سے مرد کو آتشک ہو جاتی ہے اور ایسا ہی مرد سے عورت کو اور یہی صورت ٹیکا لگانے میں بھی مشاہدہ ہوتی ہے کیونکہ جس پر چیچک والے کے خمیر سے ٹیکا کا عمل کیا جاوے اس کے بدن پر بھی آثار چیچک ظاہر ہو جاتے ہیں پس یہی توعدوی ہے سو ہم کیوں کر اس کاانکار کر سکتے ہیں، کیونکہ اس کا انکار علوم حسیہ بدیہیہ کا انکار ہے جو تجارب طبیہ سےثابت ہو چکے ہیں اور ان میں ان بچوں کو بھی شک نہیں رہا جو کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں چہ جائے کہ عقلمند مردوں کو کچھ شک ہو ۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس حدیث کی تاویل کریں اور ان معانی کی طرف پھیر دیں جو ثابت شدہ حقیقت کے مخالف نہیں اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو گویا ہم ایک مخالف کو بلائیں گے تو وہ ہم پر اورہمارے مذہب پر ٹھٹھا کرے اور اس صورت میں ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مددگار ٹھہریں گے۔ پس ہم اس حدیث کی تاویل یوں کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول لاعدویٰ میں ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ من کل الوجوہ ایک کی مرض دوسرے میں سرایت نہیں کرتی اور کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کہہ سکتے تھے جبکہ آپ نے ایک دوسری حدیث میں مجذوموں سے پرہیز کرنے کے لئے ممانعت فرمائی ہے اور ان کے چھونے سے ڈرایا پس آنحضرت صلعم کی اس حدیث سے بجز اس کے کوئی مراد نہیں تھی کہ تمام تاثیریں عدوی وغیرہ کی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور بجز اس کے حکم اور ارادہ اور مشیت کے اس عالم کون اور فساد میں کوئی مؤثر نہیں۔‘‘

(نورالحق الحصة الاولیٰ ،اردو ترجمہ روحانی خزائن جلد 8صفحہ14-15)

مزیدبرآں اس حدیث کی وضاحت میں یہ سیاق و سباق بھی توجہ طلب ہے کہ جب رسول کریمﷺ نے جاہلیت کے اس خیال کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایاکہ ہر بیماری متعدّی نہیں ہوتی تو ایک صحابیؓ نے یہ دلیل دی کہ ایک اونٹ کی دوسرے کوخارش کی بیماری لگناہمارامشاہدہ ہےتویہ کیسےہوجاتا ہے؟ اس پر آنحضرتﷺ نےفرمایا:ورنہ پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب الطب بابُ لَا صَفَرَ، وَهُوَدَاءٌ يَأْخُذُ البَطْنَ)

گویا بیماری متعدّی ہوسکتی ہے مگر ہر کوئی اس متعینت وجہ سے بیمار نہیں ہوتایعنی اصل میں مسبب الاسباب اور قادر مطلق خدا کے اذن سے سب ہوتا ہے۔جیساکہ فرمایا: قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (النساء 79)یعنی سب کچھ خدا کی طرف سے ہوتاہے۔ تاہم ایک کمزور انسان بیماری کے لیےاپنے اندر موافقت پانے یادیگرایسے اسباب عدم احتیاط وعلاج وغیرہ کے باعث خودممد ومعاون ہوکر مصیبت میں پڑجاتا ہے۔یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (الشعراء 81)

یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شافی مطلق مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔

اسی لیے رسول کریمﷺ نے جذام میں مبتلا مریض سے دور رہنے کی ہدایت فرماکر احتیاطی تدابیر اور اسباب اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

اسی طرح آپﷺ نے فرمایا:

لَا تُورِدُوا المُمْرِضَ عَلَى المُصِحِّ

(صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدویٰ)

کہ تم (متعدی) بیمار کو صحت مند کے پاس مت لے جاؤ۔

جذام کی متعدّی بیماری:

یہ وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ جذام(Leprosy) یعنی کوڑھ چھوت سے لگنے والی متعدّی بیماری ہے جو ایک جرثومہ Mycobacterium leprae کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس جلدی بیماری میں مریض کا جسم پھوڑوں پھنسیوں سے گلنا شروع ہوجاتا اور پیپ پڑجاتی ہے، جسم سے بدبو آتی ہے اور انسانی جسم ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتا ہے جس سے چہرہ بدنما ہوجاتا ہے۔

جذام کی کرونا وائرس سے یہ عجیب مماثلت ہے کہ اس کا جرثومہ بھی چھینک اور کھانسی کے ذریعہ دوسرے جسم میں منتقل ہوتا ہے۔گویا جس طرح نبی کریم ﷺ نے کوڑھی کے متعدّی مریض سے بچنے کی سختی سے ہدایت فرمائی ہے اسی طرح کرونا سے متاثرہ شخص سے بھی بچنا حسب ہدایت نبویؐ لازم ہے اور چونکہ کرونا کے مشتبہ مریض کاواضح علامات ظاہر ہونے تک علم نہیں ہوپاتا اس لیے ممکنہ مزمن مریض سے علیحدگی اور تخلیہ بھی ضروری ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ طبّی تحقیقات کے بعدکرونا کے ہرقسم کے مریض سے چھ فٹ کا فاصلہ رکھنے کی جو ہدایت آج کی جارہی ہے۔وہ اپنی جگہ اہم ہے۔ پھونک اور چھینک وغیرہ کے پھیلاؤ کاوسیع دائرہ بھی ثابت ہے۔ہمارے سید الحکماء ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل اس کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ کوڑھی سے ایک نیزے کے فاصلہ پر رہو اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک نیزہ کی پیمائش ساڑھے چھ فٹ بنتی ہے۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

’’تم مجذوم شخص کی طرف مسلسل ٹکٹکی لگا کر نہ دیکھو اور جو کوئی تم میں سے اس سے بات کرے تو دونوں کے درمیان کم ازکم ایک نیزے یعنی ساڑھے چھ فٹ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔‘‘

(الطب النبوی لابی نعیم الاصفهانی جزء1 صفحہ 355)

بلکہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کی روایت میں تواورزیادہ احتیاط کا ذکر ہے کہ جذام کے مریض سے دو نیزے یعنی تیرہ فٹ کا فاصلہ رکھاجائے۔رسول کریم ﷺ جن بیماریوں (جنون،برص وغیرہ) سے بچنے کی دعا کرتے تھے ان میں ایک یہ متعدّی بیماری جذام بھی شامل ہے۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ کی سنت بھی ہے کہ آپ کوڑھی سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے چنانچہ حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ طائف (سے آنے والے ثقیف قبیلہ) کے وفد میں میں ایک مجذوم شخص بھی تھا(جو بیعت کرنا چاہتا تھا) رسول کریمؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے اسے یہ پیغام بھجوایا کہ ہم نے آپ کی (زبانی) بیعت قبول کرلی ہے۔آپ بے شک واپس چلے جائیں۔(گویا ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی ضرورت نہیں)۔

(صحیح مسلم کتاب السلام بَابُ اجْتِنَابِ الْمَجْذُومِ وَنَحْوِہٖ)

اور اسی سنت رسولؐ پر خلفاء راشدین نے عمل کیا چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں آپ کے بیت المال کا خزانچی مرض جذام میں مبتلا ہوگیا۔اسے مالی امور کاحساب دکھانے مجبوراً خودحضرت عمرؓ کے پاس آنا پڑتا اگر کبھی وہ کھانے کے وقت میں آجاتا تو حضرت عمرؓ اسے فرماتے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ (یعنی سارے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالو)۔اگر تمہارے علاوہ کوئی شخص اس بیماری میں مبتلا ہوتا تو وہ مجھ سے ایک نیزہ یعنی کم از کم ساڑھے چھ فٹ کے فاصلہ پر رہتا۔ (الجامع لابن وھب صفحہ 728)

ورنہ حضرت عمرؓ اس بارہ میں اتنے محتاط تھے کہ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک مجذوم عورت کو طواف کرتے دیکھا تو اسےاس سے منع کرتے ہوئےفرمایا کہ تم لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔وہ عورت فوراً گھر چلی گئی۔حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اسے کسی نے کہا کہ تمہیں باہر نکلنے سے منع کرنے والے(حضرت عمرؓ) فوت ہوگئے اب تو تم باہر نکل سکتی (اور طواف کرسکتی) ہو۔اس وفا شعار عورت نے کیا خوب جواب دیا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ ایک خلیفہ کی زندگی میں تو اطاعت کروں اور وفات کے بعد اس کی نافرمانی کروں۔ (الجامع لابن وھب صفحہ 729)

اس بارہ میں زمانہ کے حکم عدل حضرت مسیح موعودؑ وبائی بیماری میں احتیاط کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’اگرچہ سوائے اذن الٰہی کے کچھ نہیں ہوتا مگر تاہم احتیاط کرنی ضروری ہے کیونکہ اس کے لیے بھی حکم ہی ہے۔احادیث میں جو متعدی امراض کے ایک دوسرے سے لگ جانے کی نفی ہے اس کے بھی یہی معنے ہیں۔‘‘

(البدر جلد3نمبر19-18صفحہ3 مورخہ 8تا16مئی1904ء)

خودحضرت مسیح موعودؑ بھی اپنے آقا و مولاحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں اسلامی تعلیم کا بہترین نمونہ تھے۔حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طاعون سے حفاظت کا وعدہ تھا مگرپھر بھی 1902ء میں زمانۂ طاعون کے وبائی ایام میں حضورؑ کی ذاتی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کارڈ کو بھی جو وباء والے شہر سے آتا چھوتے تو ہاتھ ضرور دھو لیتے۔

(الفضل جلد 11 نمبر88صفحہ 9)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’مسلم شہری کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس علاقہ میں کوئی وبائی بیماری ہو وہاں کے لوگ دوسرے شہروں میں نہ جائیں اور دوسرے لوگ اس علاقہ میں نہ آئیں۔کیا ہی لطیف حکم ہے جسے آج قرنطینہ کے نام سے ایک نئی ایجاد قرار دیاجارہا ہے حالانکہ اس حکم کی ابتداء اسلام سے شروع ہوئی ہے۔اگر اس حکم پر لوگ عمل کریں تو نہ قرنطینہ کے قیام کی ضرورت رہتی نہ سرکاری نگرانیوں کی۔خودبخود ہی وبائیں دب سکتی ہیں۔‘‘

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام،انوار العلوم جلد 8 صفحہ 284)

اس لیے موجودہ حالات میں ایک ذمہ دار شہری کا ثبوت دیتے ہوئے ہمارا بھی فرض ہے کہ یہ جملہ احتیاطی تدابیر اختیار کریں جو اونٹ کا گھٹنا باندھنے کے مترادف ہے مگر اپنا اصل توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھیں اور توبہ و استغفار کرتے ہوئے اسی کے در پر جھکیں اوراپنی عملی حالتوں میں تبدیلی پیدا کریں اور عالم انسانیت کےلیے عالم احمدیت پر رحم کی التجا کریں۔حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ نےان قسم کے حالات کے بارہ میں فرمایا:

؎ دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کو پانے کے دن
؎ ہے سرراہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

تبرکات

حضرت مرزا بشیر احمدؓ

ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور بہت محبت کرنے والی ہوں

اس وقت پاکستان کے ایک طبقہ میں برتھ کنٹرول یعنی تحدید نسل کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔میں نے اس کے متعلق ایک مختصر سا رسالہ ’’خاندانی منصوبہ بندی‘‘ کے نام سے لکھا ہے۔ جس میں زیادہ تر اسلامی تعلیم کی روشنی میں اور کسی قدر اقتصادی اور سیاسی نکتہ نگاہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ دوستوں کو چاہئے کہ نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ سے یہ رسالہ منگوا کر اسے خود بھی پڑھیں اور ملنے والوں کو بھی پڑھائیں تا کہ کسی وقتی رو میں بہہ کر کوئی غلط قدم نہ اٹھایا جائے۔ جو بعد میں قومی نقصان اور ندامت کا موجب ہو۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری حکومت کی طرف سے اس معاملہ میں کوئی پابندی نہیں بلکہ وہ مخلصانہ جرح و تعدیل کو پسند کرتی ہے۔

بے شک اس مسئلہ کے بعض پہلو بظاہر کچھ الجھے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن ہماری جماعت جو ایک بالکل نوزائیدہ جماعت ہے اور اپنی قومی زندگی کے بالکل ابتدائی مراحل میں سے گزر رہی ہے اس کے لئے تو بہرحال ہمارے آقا حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مبارک ارشاد حقیقی مشعلِ راہ ہے کہ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء)

یعنی اے مسلمانو! تم ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کیاکرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور اپنے خاوندوں کے ساتھ محبت کرنے والی ہوں۔ تاکہ تمہارے گھروں میں برکت اور راحت کا ماحول پیدا ہو اور میں تمہاری کثرت پر فخر کر سکوں۔

پُرانی اور دیر سے قائم شدہ قوموں کو تو شاید برتھ کنٹرول اور تحدید نسل کا طریق اتنا نقصان نہ دے مگر ایک نئی قوم اور اٹھتی ہوئی جماعت کے لئے تحدیدِ نسل کا طریق تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔ پس سوائے اشد طبّی ضرورت کے جبکہ مثلاً ماں کی زندگی خطرہ میں ہو احمدی جماعت کے احباب کو برتھ کنٹرول سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ دو ولادتوں کا درمیانی عرصہ قرآنی ہدایت کے مطابق مناسب طور پر لمبا کیا جا سکتا ہے۔

رزق کی تنگی کا سوال بے شک بعض لوگوں کو پریشان کرتا ہو گا۔ مگر حق یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے رزق کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور رزق کی تنگی اکثر صورتوں میں انسان کی اپنی ہی غلطی کے نتیجہ میں پیش آیا کرتی ہے۔ جبکہ وہ یا تو پوری توجہ اور محنت سے کام نہیں لیتا اور یا اپنی آمد کو غیر ضروری کاموں میں خرچ کر دیتا ہے اور یا دوسروں کی نقّالی میں اپنے پاؤں حدِ اعتدال سے زیادہ پھیلا دیتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں قرآن مجید کا یہ ارشاد بڑی گہری صداقت پر مبنی ہے کہ :

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا (ھود:7)

پھر ہمارے دوستوں کو یہ بات بھی ہر گز نہیں بھولنی چاہئے کہ ہم میں سے بہت سے لوگوں کو حالات کی مجبوری یا اپنی ذاتی بے توجہی یا غفلت کی وجہ سے تبلیغ کے ذریعہ سے خدمتِ دین کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن اگر وہ اپنی نسل کی ترقی کے ذریعہ حقیقی اور مجاہد مسلمان پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ان کا یہ فعل بھی گویا ایک طرح تبلیغ کا رنگ رکھے گا اور خدا کے نزدیک بڑے ثواب کا موجب ہو گا۔ وَاِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امۡرِءٍ مَّا نَوٰی۔ (بخاری کتاب بدء الوحی باب انما الاعمال بالنیات)

پس دوست اس رسالہ کو جس کا نام ’’خاندانی منصوبہ بندی‘‘ ہے نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ سے منگوا کر خود بھی پڑھیں اور دوسروں میں بھی تقسیم کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اچھے نتائج پیدا کرے۔ اور اگر اس مضمون میں کوئی امر مزید وضاحت کا متقاضی ہو تو اس کی بھی توفیق عطا فرماوے۔ (محررہ 3فروری 1960ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 12 فروری 1960ء)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

فہیم احمد خادم۔ گھانا

علمی مقابلہ جات جامعۃ المبشرین گھانا

جامعۃ المبشرین گھانا کے طلباء میں علم کی جستجو پیداکرنے اور ان میں تقریر کا ملکہ اُجاگر کرنے کے لئے تقاریر کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔

فروری میں دو مقابلے ہوئے جن کی مختصر رپورٹ پیش ہے۔

مقابلہ تقریربزبان انگریزی

مؤرخہ 4فروری2020ء کو بعد نماز عصر طلباء جامعۃ المبشرین کے مابین مقابلہ تقریربزبان انگریزی منعقد کیا گیا۔اس مقابلہ میں امانت ،دیانت، شجاعت اور صداقت گروپس کے تین تین طلباء نے حصہ لیا۔تقریروں کے عنوان مندرجہ ذیل تھے:

1.The Holy Prophet's Kindness Towards Women
2.Backbiting a Poison
3.Global Warming

اس مقابلہ میں منصفین مکرم رضوان کوثر استاد جامعۃ المبشرین اور مکرم سجاد احمد استاد تعلیم الاسلام ہائر سیکنڈری سکول اسارچر تھے۔اس مقابلہ میں عزیزان فردوس اسیمانی اول، صادق ڈونکو اور آدم اسماعیل دوم اور عبد الوہاب آدم سوم قرار پائے ۔ تمام طلباء گھانا سے ہیں۔

مقابلہ تقریر بزبان عربی

مؤرخہ 25فروری2020ء کو بعد نماز عصر طلباء جامعۃ المبشرین کے مابین مقابلہ تقریر بزبان عربی منعقد کیا گیا۔اس مقابلہ میں امانت ،دیانت، شجاعت اور صداقت گروپس کے تین تین طلباء نے حصہ لیا۔تقریروں کے عنوان مندرجہ ذیل تھے:

1۔ شفقۃ سیدنا رسول اللہ ﷺ لخلق اللہ
2۔ حب سیدنا احمد علیہ الصلاۃ و السلام لرسول اللہ ﷺ
3۔ الخیر کلہ فی القرآن

اس مقابلہ میں منصفین مکرم ابراہیم شہاب اور مکرم الحسن احمد اساتذہ جامعۃ المبشرین تھے۔اس مقابلہ میں عزیزان یعقوب کولیبالی اول ، علی ٹیمبینی دوم اور سیکوبومو سوم قرار پائے ۔تمام کا تعلق مالی سے ہے۔

صحابی حضرت مسیح موعودؑ
حضرت ڈاکٹر منظور احمدؓ

ولادت 1896ء

بیعت و زیارت 1908ء

وفات: 18۔اکتوبر 1953ء

آپ حضرت مولوی محمد دلپذیرؓ بھیروی صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹے تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

1908ء میں جب حضورؑ آخری دفعہ لاہور تشریف لے گئے اس وقت مجھے زیارت کا شرف حاصل ہوا اور پہلی دفعہ قادیان آیاجب خواجہ کمال الدین صاحب نے حضور کالیکچر پیغام صلح لاہور بریڈلا ہال میں سنایا وہ سن کر قادیان آگیا اور پھر دوسری دفعہ 1908 ءکے سالانہ جلسہ پر قادیان آیا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا تھا اور یہ بھی یاد ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ کے لیکچر کے بعد جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کالیکچر ختم ہوا تو حضرت خلیفہ اولؓ نے صاحبزادہ صاحب کی قرآن دانی کے متعلق چند تعریفی کلمات فرمائے تو میرے پاس ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو آج کل پیغامی ہیں بیٹھے ہوئے جھوم جھوم کر آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ آپ کے بعدیہی خلیفہ ہوں گے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے اس لئے واقف تھا کہ وہ اس وقت بھیرہ میں ہی تعینات تھے۔

حضرت مسیح موعود مہدی مسعود نے 14 نومبر 1902ء کو پنجابی نظم میں سلسلہ احمد کے پیغام کو بہت عمدہ کام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اس زمانہ کا یہی جہاد ہے''

حضرت ڈاکٹر منظور احمد صاحب مرحوم بھیروی نے اپنی زندگی کا بہت بڑاحصہ سلانوالی ضلع سرگودھا اور قادیان میں گزارا اور آپ دونوں جگہ تبلیغ میں سرگرم عمل رہے آپ کی کتاب ''امام المتقین'' پنجاب کے حلقوں میں بہت پسند کی گئی۔ اس مقبول عام کتاب کے علاوہ آپ نے اور بھی کئی پنجابی نظمیں کہیں جو کئی لوگوں کو داخل احمدیت کرنے کا موجب بنیں۔ ذیل میں آپ کی تالیفات کی فہرست دی جاتی ہے۔

امام المتقین منظوم پنجابی ۔ نجات المومنین منظوم پنجابی ۔ خلافت دا بلاوا ۔ 19 مطالبات تحریک جدید سوانح دلپذیر۔مہدی دی چھٹی۔ مرزا مہدی ۔ مہدی قادیان دے وچ آیا۔ گو بچن ۔ شدھی۔ روحانی چرخہ گھڑیال احمدی۔ بیت احمدیہ لندن ، مجربات دلپذیر

محترم ڈاکٹر صاحب اردو زبان کے بھی عمدہ شاعر تھے۔ آپ کی اردو نظمیں سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں شائع شدہ ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد17صفحہ178)

سلمیٰ شمس
لجنہ کالم

پکوان

عورت کا نام آتے ہی جس طرف ہمارا ذہن فوراً جاتا ہے وہ ایک گھر کی شکل اُبھرتی ہے۔ جس میں گھر کی آرائش و زیبائش ہو یا رشتوں میں ہم آہنگی اور محبت و پیار یا پھر روایتی اور نئے کھانوں کی بات ہو۔سب میں ہماری بہنیں بہت محنت اور کوشش کرتی ہیں۔تو چلو آج ہم کسی ایسے ہی کھانے کو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چیز نیوکی

اجزاء

آلو 2عدد	انڈہ 1 عدد
کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ	بیکنگ پاؤڈر 1چٹکی
میدہ تین چوتھائی	کوکنگ آئل حسب ضرورت
چیڈر چیز ایک پیالی	مشروم تین چار عدد
اُبلے مٹر 2/1کپ	ٹماٹر پیسٹ 2/1کپ
یخنی 1 کپ پارسلے آدھا کپ	مکھن آدھا کپ

آلوؤں کو اُبال کر چھیلیں اور ان کو کش کر لیں اور میدے میں بیکنگ پاؤڈر اور بیکنگ سوڈا ڈال کر رکھ لیں۔ نیم گرم آلوؤں میں دو چمچ میدا اور انڈا ڈال کر تیزی سے ملائیں پھر اس میں نمک، کالی مرچ اور باقی میدہ ڈال کر گوندھ لیں۔ پھر اس آلوؤں میدہ والے آٹے سے پیڑے بنا لیں۔ ان پیڑوں کو کانٹے سے دبا دبا کر آئل سے گریس کی ہوئی ٹرے میں رکھتے جائیں۔ پھر نمک ملے اُبلے پانی میں یہ نیوکی کے پیڑے ڈال کر اُبال لیں۔جب سب نیوئی پانی میں اُوپر آجائے تو اِن کو پانی سے نکال لیں۔

sauce بنانے کے لئے:

مکھن میں چوپ کئے ہوئے مشروم ڈال کر فرائی کریں۔ پھر اس میں 2 چمچ میدہ ڈال کر بھون لیں۔ پھر تھوڑی تھوڑی یخنی ڈالیں پھر ٹماٹر کا پیسٹ ڈال دیں اور تھوڑا گاڑھا ہونے تک پکائیں ۔نمک ، کالی مرچ ، کش کیا ہوا چیز اور مٹر ملا کر چولہے سے اتار لیں۔

پہلے سے تیارنیوکی کو پلیٹ میں ڈالیں اُوپر سے تیار کی ہوئی ساس ڈالیں اور پارسلے چھڑک کر فرنچ بریڈ کے ساتھ پیش کریں۔ مزہ آئے تو خاکسار کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔جزاک اللہ

اوقات طلوع و غروب

3۔اپریل 2020ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:57	18:36
مدینہ منورہ	04:54	18:38
قادیان	04:51	18:49
ربوہ	04:32	18:31
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:34	19:39